آنکھ کی دہلیز

شکیل سروش

اے دوست کٹ ہی جائے گا یہ رات کا سفر
جگنو کو اپنی آنکھ کی دہلیز پر نہ باندھ

آنکھ کی دہلیز

شکیل سرور

ادب و ثقافت، انٹرنیشنل
Adab-o-Saqafat, International
P.O.Box 210131, Milwaukee, WI-53221, USA.
Phone: +414-748-6000, +414-748-5000
Adab-o-Saqafat.com

جملہ حقوق بہ حق ادب وثقافت محفوظ ©

اشاعت : 2015
کتاب : آنکھ کی دہلیز
شاعر : شکیل سروش
تزئین : عبدالحفیظ
قیمت : 200 روپے
مطبع : بی پی ایچ پرنٹرز، لاہور

Ankh Ke Dehleez

by

Shakeel Sarosh

Edition - 2015

زیر اہتمام

ادب وثقافت، انٹرنیشنل

Adab-o-Saqafat, International

Facebook/shakeel.sarosh
Facebook/Adab-o-Saqafat

www.adab-o-saqafat.com

ناشر

مثال پبلشرز رحیم سینٹر پریس مارکیٹ امین پور بازار، فیصل آباد، پاکستان
Phone: +92-41-2615359, Cell:0333-9933221
E-mail: misaalpb@gmail.com

شوروم

مثال کتاب گھر، صابریہ پلازہ، گلی نمبر 8، منشی محلہ، امین پور بازار، فیصل آباد

اپنے والدِ محترم **محمد اشرف** مرحوم

والدہ محترمہ **حمیدہ بیگم**

اور

بیٹوں

کے نام

جسے کہتے ہیں دل یہ کانچ کا گھر ٹوٹ جاتا ہے
تعلق حد سے بڑھ جائے تو اکثر ٹوٹ جاتا ہے

فہرست

❑	اِبتداء — شکیل سروش	11
❍	نعت	13
❍	زندگی اور موت کا یوں رابطہ رہ جائے گا	15
❍	سن سکے سارا زمانہ داستاں ایسے سنا	17
❍	جدا نہ تجھ سے کرے دُشمنوں کی چال مجھے	19
❍	یہ پھول جو قبر پر اُگا ہے	21
❍	کہیں سے کوئی رنگ اور کوئی خوشبو لا نہیں سکتا	24
❍	زندگی کے شہر میں جب در بدر ہونا پڑا	25
❍	ہوا پہ، پھول پہ، خوشبو پہ، نام اُس کا تھا	26
❍	یا کھول دے سروں پہ ہواؤں کے سائباں	27
❍	ایک جواری چھین کے اپنی بیوی سے	29
❍	جب وہ شعلہ جمال آ جائے	31
❍	رات کو پھر مر گیا اور صبح پھر زندہ ہوا	32
❍	گزرا وقت بہت اچھا تھا	33
❍	پھول ہیں تیرے لیے بادِ صبا تیرے لیے	35
❍	جب بھی تصویر بناتے ہیں یہ آنسو تیری	37

- اس کی تصویر نگاہوں میں لیے پھرتا ہوں 38
- پھول سے لوگوں کو مٹی میں مِلا کر آئے گی 39
- زیست کے ایک اِک موڑ پہ ساتھ تمہارا تھا 41
- سروشؔ جن دِنوں ہم اُس کے ساتھ ہوتے تھے 43
- جب اُس نے چُوم لیا مسکرا کے ہات سروشؔ 45
- لباسِ مرگ اپنے آپ کو پہنا رہا ہوں 46
- ان راہوں کو مسدود نہ کر دل کا دروازہ کھول پیا 47
- مسندِ دل پہ تری یاد بٹھا رکھی تھی 49
- آنکھ بکھری تھی کہیں اور کہیں چہرہ بکھرا 51
- احساس 53
- دانش وری کے شوق میں ہم کاروباری لوگ 56
- ایک خوشبو مری سانسوں میں جو لہرائی ہے 57
- ہوا میں پھول کھلے تیرے مسکرانے سے 59
- پھول ہوں چاند ستارے ہوں کہ آنکھیں میری 61
- سروشؔ! ماں کی دُعاؤں کا سائباں کب تک 62
- میں جو ترے گھر اس دن پہلی بار آیا تھا 63
- خوشبو سے کبھی پھول جدا ہو نہیں سکتا 65
- میں کہ اِک پھول سرِ شاخِ تمنّا تھا مگر 66
- لگ گئی ہے آگ دل کو جسم کے دالان میں 67
- یا پہن لے مجھ کو یا پھر خود کو پہنائے مجھے 69
- دوبارہ لوٹ کر وہ عکس پانی پر نہیں آیا 70
- کوئی تو پھول سے خوشبو کو چراتا ہوگا 71

تمہارے چہرے کی معصومیت کا کیا کہنا	72
مری عزت بڑھا دے یا مجھے پامال کر دے	73
یاد جب بھولی ہوئی کوئی کہانی آ جائے	75
آنکھ کی ٹہنیوں پہ صورتِ اشک	77
لہو نچوڑ لیا تھا بچا کھچا میرا	79
اے مرے دیس مری جاں مری دھڑکن کی طرح	81
نام اُس کا جب لکھنے لگا تھا	83
قرض سانسوں کا اُتر جانا ہے	85
کچھ بھی دائم نہیں ہے دُنیا میں	87
جو پھول اُمید کے مہکے تھے کملانے لگے ہیں	88
خاک کی صورت بکھر جاؤں گا میں	89
کھو گیا جو اُس کو پانے کی تمنّا چھوڑ دے	91
ٹُول کِٹ کے بدلے ہاتھوں میں اُٹھایا ہے قلم	93
ہونٹ رُخسار وہ مخمور نگاہیں تیری	94
ترا دامن بھی اشکوں سے بھگونا چاہیے تھا	95
ندّی کے کنارے پہ میں بیٹھا ہوا کب سے	96
جب سروشؔ اس دل کے آنگن میں وہ چل کر آئے گا	97
زخم ہوں یا وہ لالہ زار کے پھول	99
یا مرے رِستے ہوئے زخموں کو اچھا کر دے	101
میں دل کے آسماں پر ابر کی مانند ٹھہرا تھا	104
متفرق اشعار	105

ہائیکو

جتنی یادیں تھیں اس کی میرے پاس
ایک اِک کر کے کھو گئی ہیں مگر
اس کے ہونٹوں کا لمس باقی ہے

اِبتدا

یہ کائنات جہاں ہم رہ رہے ہیں بہت بڑی ہے اور اتنی بڑی کائنات میں ایک بہت چھوٹی سی کائنات میری زندگی ہے، جس کے اپنے دن اور اپنی راتیں، جس کی اپنی صبحیں اور اپنی شامیں، جس کی خوشیاں بھی اپنی غم بھی اپنے۔

اس کائنات میں پھول بھی ہیں اور خوشبوئیں بھی، ستارے بھی ہیں اور جگنو بھی اس میں خواہشات کا ہجوم بھی ہے اور تنہائی کا موسم بھی۔ سچے، کھرے اور محبت کرنے والے دوست بھی ہیں اور ڈس لینے والے انسان نما سانپ بھی۔

میں نے اپنی زندگی کی اس چھوٹی سی کائنات میں رہتے ہوئے جو کچھ دیکھا اور محسوس کیا اپنے ان تمام جذبات و احساسات کو اشعار کی زبان دی اور یوں ’آنکھ کی دہلیز‘ تک پہنچایا اور اب یہ مجموعہ آپ کی خدمت میں پیش ہے یہ مجموعۂ کلام میری 1978ء سے 1994ء تک کی غزلوں پر مشتمل ہے۔

میں یہاں مختصراً آپ کو بتاتا چلوں کہ میں نے اپنے اس ادبی سفر کی ابتداء میں اُستادِ کرم الٰہی عامل سے مشورۂ سخن کیا لیکن ان کی وفات کے بعد باقاعدہ ادبی سفر کا آغاز ڈاکٹر بیدل حیدری صاحب کی سرپرستی میں کیا اور وہی میرے اُستاد بھی ہیں اور بزرگ بھی۔ انھوں نے جس خلوص اور محبت سے میری تربیت کی ہے وہ میں بھلا نہ سکوں گا۔

ان ہی کے زیرِ سایہ رہتے ہوئے جن ہم عصر شاعر دوستوں اور اُستاد بھائیوں سے تعلق بنا ان میں ارشاد جالندھری، اختر شمار، اطہر ناسک، شوکت مہدی اور ناصر بشیر قابلِ ذِکر ہیں، جب دیگر شاعر دوستوں میں جناب ادریس قمر، جناب توقیر لدھیانوی، جناب رامش منہاس، جناب محمود عامر، عمران شناور، شیخ اعجاز، ارشد سعید (سڈنی) اور عامر شریف شامل ہیں۔

اس کے علاوہ میرے انتہائی اچھے اور محترم حلقہ احباب میں جناب رانا عبدالحیٔ شامل ہیں اور آخر میں جن احباب نے کتاب کی ترتیب اور تیاری میں میری معاونت فرمائی ان میں خاور جیلانی، عامر شریف، محمد عابد (مثال پبلشرز) جو کہ پبلشر ہونے کے ساتھ ساتھ میرے دوست اور بھائی بھی ہیں۔

میں ان تمام احباب کا ممنون و شکر گزار رہوں۔

شکیل سروش

نعت

چاہے اچھا ہوں یا بُرا ہوں میں
اے رسولِؐ خدا ترا ہوں میں

در و دیوار تیرے روضے کے
اپنی پلکوں سے چومتا ہوں میں

یا نبیؐ آپؐ کی بدولت ہی
اب کنارے پہ آ گیا ہوں میں

ذہن و دل میں بسے ہیں جب سے آپؐ
غم سے نا آشنا ہوا ہوں میں

لکھ کے دیوار و در پہ آپؐ کا نام
گھر کو پُرنور کر رہا ہوں میں

زندگی اور موت کا یوں رابطہ رہ جائے گا
مقتلوں کو جانے والا راستہ رہ جائے گا

خشک ہو جائیں گی آنکھیں اور چھٹ جائے گا اَبر
زخمِ دل ویسے کا ویسا اور ہرا رہ جائے گا

بجھ چکی ہوں گی تمہارے گھر کی ساری مشعلیں
اور تو لوگوں میں شمعیں بانٹتا رہ جائے گا

مجھ سے لے جائے گا اِک اِک چیز وہ جاتے ہوئے
لیکن اُس کا نام آنکھوں میں لکھا رہ جائے گا

پھول میں موجود رہنے سے ہے خوشبو کا وقار
پھول میں خوشبو نہیں ہو گی تو کیا رہ جائے گا

یادگارِ عشق ایسی چھوڑ جاؤں گا سروشؔ
حسن حیرانی سے مجھ کو دیکھتا رہ جائے گا

❀

سن سکے سارا زمانہ داستاں ایسے سنا
تجھ پہ جو بیتی ہے چھپوا دے کسی اخبار میں

حالِ دل لکھتے ہوئے جذبات کی رو میں نہ بہہ
اپنے اندر کی گھٹن شامِل نہ کر اظہار میں

یہ پریشانی ہے کیسی ، کیسا ڈپریشن ہے یہ
چن دیا ہے کس نے مجھ کو خوف کی دیوار میں

ذہن پر مت کر مسلط جمع اور تفریق کو
خوب صورت زندگی کو بیچ مت بازار میں

ٹوٹتے ہیں کتنے ہاتھوں سے نہ جانے کتنے دل
یہ خبر چھپتی نہیں لیکن کسی اخبار میں

ہر کسی کو مت بتا مجبوریاں اپنی سروشؔ
اِس طرح رُسوا نہ کر خود کو بھرے بازار میں

جدا نہ تجھ سے کرے دُشمنوں کی چال مجھے
میں تیری سانس ہوں سینے میں رکھ بحال مجھے

نہ جائیدادِ محبت سے عاق کر مجھ کو
تو اپنے دل کے جزیرے سے مت نکال مجھے

ترا ے فراق کی دلدل میں پھنس گیا ہوں میں
تو اس عذاب سے آ کر کبھی نکال مجھے

نہ پتھروں پہ مجھے منہ کے بل گھسیٹ ایسے
نہ اپنی یاد کے آتش کدے میں ڈال مجھے

نہ اتنی آنچ دے مجھ کو تُو اپنی نفرت کی
جفا کے کھولتے پانی میں مت اُبال مجھے

عزیزِ جاں ہیں سروشؔ اور زیست سے پیارے
یہ میرے پھول سے بیٹے یہ نونہال مجھے

❁

یہ پھول جو قبر پر اُگا ہے
انساں کے لہو کا اِرتقا ہے

مقتل کی فضائیں رو رہی ہیں
یہ کون شہید ہو گیا ہے

راتوں کو وہ شخص بستیوں میں
کرنوں کے کھلونے بانٹتا ہے

ملتا ہے کبھی کبھار اب تو
وہ عید کا چاند ہو گیا ہے

ماتھے پہ ہے روشنی کا جھومر
ہونٹوں پہ گلاب کھل رہا ہے

کمروں میں لگے ہیں خس کے پردے
دل آگ میں پھر بھی جل رہا ہے

دم توڑ رہی ہیں چاہتیں بھی
اب خون سفید ہو رہا ہے

کل رات ہوا کی برچھیوں سے
پنگھٹ کا درخت کٹ گیا ہے

کچھ ایسے گرے ہیں برف آنسو
پتھر پہ نشان پڑ گیا ہے

فاقوں سے بلک رہے ہیں بچے
ماؤں کا کلیجہ کٹ رہا ہے

مرہم کی جگہ سروشؔ ہم نے
زخموں پہ نمک چھڑک لیا ہے

کہیں سے کوئی رنگ اور کوئی خوشبو لا نہیں سکتا
میں مرجھائے ہوئے پھولوں کو اب مہکا نہیں سکتا

لگن سچی ہو تو خوشبو وفا کی جا نہیں سکتی
محبت ہے اِک ایسا پھول جو مُرجھا نہیں سکتا

زندگی کے شہر میں جب دربدر ہونا پڑا
میرے بچوں کو بھی میرا ہم سفر ہونا پڑا

زخم سینے پر سجائے میں نے تمغوں کی جگہ
زندہ رہنے کے لیے مجھ کو نڈر ہونا پڑا

پھر شکستِ فاش کھائی دوستی کے نام پر
یوں مجھے مظلوم سے مظلوم تر ہونا پڑا

بھوک سے تنگ آ کے آخر چھوڑ دی یہ شاعری
مجھ کو بالآخر سروشؔ اہلِ ہنر ہونا پڑا

ہوا پہ، پھول پہ، خوشبو پہ، نام اُس کا تھا
بچھڑ کے ساتھ ہی رہنا یہ کام اُس کا تھا

کچھ ایسے ترکِ تعلق کیا سروشؔ اُس سے
وہ ہاتھ کاٹ دیئے جن پہ نام اُس کا تھا

یا کھول دے سروں پہ ہواؤں کے سائباں
یا پھر سمیٹ لے مرے رستوں کے سائباں

یا مجھ سے چھین لے مری آنکھوں کے سائباں
یا سونپ دے مجھے مرے خوابوں کے سائباں

سایوں میں ڈھل گئی ہے مصائب کی تیز دھوپ
جب سے ملے ہیں ماں! ترے قدموں کے سائباں

پھر کیوں وہ بو گیا تھا یہاں بیج سائے کے
جب کانٹے ہی تھے اسے پیڑوں کے سائباں

پہنا تھا کتنے شوق سے یہ برف کا لباس
سر پر سجا کے زیست نے دھوپوں کے سائباں

چادر بنے ہوئے ہیں اُداسی کی قبر پر
اس سے بچھڑ کے چاندنی راتوں کے سائباں

ہم کو تو برف برف پگھلنا ہے دوستو
سایوں کی دھوپ ہو کہ وہ دھوپوں کے سائباں

لوگوں نے کاٹ لیں جب اُداسی کی کھیتیاں
اُس وقت سر پہ آئے گھٹاؤں کے سائباں

ہم کو سروشؔ ورثے میں کیا کچھ نہیں مِلا
تنہائی ، رات ، کانپتی یادوں کے سائباں

❀

ایک جواری چھین کے اپنی بیوی سے
ہار گیا ہے سارے زیور سونے کے

خود پر خول چڑھا کر ذاتوں پاتوں کے
انسان اپنے اصلی چہرے بھول گئے

کل آنکھوں میں درد کی وہ طغیانی تھی
سارے کپڑے بھیگ گئے تھے رو رو کے

اِک وہ شخص جو خود کو پتھر کہتا تھا
ٹوٹ گیا پھر ایک ہی ٹھوکر لگنے سے

ان بہنوں کی مجبوری پر غور کرو
گھر میں پہنتی ہیں جو کپڑے بھائیوں کے

بوڑھے باپ کے ہاتھوں میں دم توڑ گیا
وابستہ اُمیدیں تھیں جس بچے سے

کہیں تو لکھا ہوگا سروشؔ اس کا ایڈریس
کھول کے دیکھ تو صفحے ذہن کی کاپی کے

جب وہ شعلہ جمال آ جائے
روشنی کو زوال آ جائے

کچھ غلط فہمیاں محبت کی
جیسے شیشے میں بال آ جائے

ذِکر ہو جس جگہ بھی خوشبو کا
وہاں اُس کی مثال آ جائے

جس کے دل میں ہو گھر سروشؔ اُس کا
درد کی کیا مجال آ جائے

رات کو پھر مر گیا اور صبح پھر زندہ ہوا
زندگی! یوں بارہا میں تجھ سے شرمندہ ہوا

اُس نے بنیادِ تجارت پر بڑھا لی دوستی
میں وفا کی آڑ میں یوں اس کا کارندہ ہوا

دوستوں میں بیٹھے بیٹھے اس کی باتیں چھڑ گئیں
اس طرح اِک شخص برسوں بعد پھر زندہ ہوا

❀

گزرا وقت بہت اچھا تھا
تو میرا تھا میں تیرا تھا

خوشبو جیسی سانسیں تیری
پھولوں سا تیرا چہرا تھا

صحن میں رکھتا تھا جب پاؤں
آنگن خوشبو ہو جاتا تھا

تیرے لبوں کو چوم کے اکثر
میں تو صندل ہو جاتا تھا

تو جو ذرا تاخیر سے آتا
سورج تیری رہ تکتا تھا

تجھ کو خوش خوش دیکھ کے یک دم
سارا بیلا جھوم اُٹھتا تھا

کس نے ترے میرے مابین
سازش کا یہ جال بُنا تھا

کون سی وہ منحوس گھڑی تھی
جب تو مجھ سے جدا ہوا تھا

لمحوں کی ڈائن نے آخر
تجھ کو مجھ سے چھین لیا تھا

پھول ہیں تیرے لیے بادِ صبا تیرے لیے
منہ سے نکلی ہوئی ہر ایک دُعا تیرے لیے

سانس کی ٹہنی تھی اِک عرصہ سے بے برگ و بار
بعد مُدّت کے یہاں پھول کھلا تیرے لیے

اے ستاروں کے مسافر تجھے معلوم نہیں
کون اس شہر میں برباد ہوا تیرے لیے

بھر لیے آنکھوں میں انگارے تری یادوں کے
ہم نے یہ کربِ جدائی بھی سہا تیرے لیے

کس نے دہلیز پہ رکھے تھے نگاہوں کے گلاب
کس نے دروازہ کھلا چھوڑ دیا تیرے لیے

تو نے رُسوائی کی کالک مرے منہ پر مَل دی
اور اِک میں ہوں کہ کچھ بھی نہ کہا تیرے لیے

اب ادھر سے نہ گزر ہو گا کبھی اس کا سرؔوش
اب نہ آئے گی کہیں سے وہ ہوا تیرے لیے

جب بھی تصویر بناتے ہیں یہ آنسو تیری
سادہ کاغذ پہ اُتر آتی ہے خوشبو تیری

چاند بھٹکے ہوئے دیکھے ہیں ترے رستے میں
راہ تکتے ہوئے پائے گئے جگنو تیری

چھو کے دیکھا تھا ترے جسم کو یوں ہی اِک روز
آج تک آتی ہے ان ہاتھوں سے خوشبو تیری

میؔر و غالبؔ ہوں یگانہ ہو کہ آتشؔ ہو سروشؔ
ملتی جلتی ہے انھی لوگوں سے کچھ خو تیری

اس کی تصویر نگاہوں میں لیے پھرتا ہوں
ایک قاتل کو پناہوں میں لیے پھرتا ہوں

اے مرے دوست تری بکھری ہوئی یادوں کو
دل سے نکلی ہوئی آہوں میں لیے پھرتا ہوں

❀

پھول سے لوگوں کو مٹی میں مِلا کر آئے گی
چل رہی ہے جو ہوا سب کچھ فنا کر جائے گی

زندگی گزرے گی مجھ کو روند کر پیروں تلے
موت لیکن مجھ کو سینے سے لگا کر جائے گی

وہ کسی کی یاد میں جلتی ہوئی شمع فراق
خود بھی پگھلے گی مری آنکھوں کو بھی پگھلائے گی

آنے والے موسموں کی سر پھری پاگل ہوا
ایک دن تیری جدائی کے ترانے گائے گی

آنے والا وقت بھی روئے گا میرے واسطے
آنے والے موسموں کو یاد میری آئے گی

اے مرے ساتھی یہ تیرے چھوڑ جانے کی کسک
مجھ کو دیمک کی طرح اندر ہی اندر کھائے گی

یہ حصولِ زر کی خواہش ایک لعنت کی طرح
آخر اِک دن تجھ کو اپنوں سے جدا کر جائے گی

زندگی اِک بدچلن آوارہ لڑکی ہے سروشؔ
دیکھ لینا ایک دن یہ بھی تجھے ٹھکرائے گی

❀

زیست کے ایک اِک موڑ پہ ساتھ تمہارا تھا
لیکن تم کو پا کر بھی میں تنہا تھا

جب صحرا کا ذرّہ ذرّہ تانبا تھا
میرے اُوپر تیرے دھیان کا سایا تھا

خون پلایا پھر بھی وقت کی جونکوں کو
حالانکہ میں خود اندر سے صحرا تھا

لمحوں کے ناسور نے اُس کو مار دیا
کپڑے سی سی ماں نے جس کو پالا تھا

کل آنکھوں سے پہروں برسا خون سروشؔ
جانے دل کا کون سا ٹانکا اُدھڑا تھا

سروشؔ جن دِنوں ہم اُس کے ساتھ ہوتے تھے
ہوا کی آنکھ میں خوشبو کے دیپ جلتے تھے

جو تیرے ساتھ گزارے وہ دن بھی کیسے تھے
زمیں پہ رہتے ہوئے آسماں پہ اُڑتے تھے

ہم اُنگلی تھام کے چلتے تھے جب بھی خوشبو کی
یہ پھول اور ستارے بھی رشک کرتے تھے

کبھی کبھار ترے ساتھ باتوں میں
ہم اتنا ہنستے کہ رونا بھی بھول جاتے تھے

ہمارا کوئی بھی دُشمن نہ تھا زمانے میں
ہر ایک شخص سے ہم مسکرا کے ملتے تھے

مرے خلوص کے بدلے مری وفا کے عوض
سروشؔ اس نے اُداسی کے پھول بھیجے تھے

❀

جب اُس نے چُوم لیا مسکرا کے ہات سروشؔ
مہک مہک سی اُٹھی تھی مری وہ رات سروشؔ

تلاش کرنا نہ بیساکھیاں تم اپنے لیے
کبھی کسی سے نہ رکھنا توقعات سروشؔ

یہ کون آیا تھا محمود غزنوی بن کر
یہ کس نے توڑ دیا دل کا سومنات سروشؔ

❁

لباسِ مرگ اپنے آپ کو پہنا رہا ہوں
زمانے! میں تجھے ٹھکرا کے واپس جا رہا ہوں

اچانک جل اُٹھی ہے آگ جو سینے میں نفرت کی
اسے میں آنسوؤں سے اور بھی بھڑکا رہا ہوں

مرے چاروں طرف اِک جال ہے جھوٹی اناؤں کا
میں جتنا بھی بچوں اتنا ہی اُلجھا جا رہا ہوں

سروشؔ اپنے لہو کو آنسوؤں میں گھول کر پی جا
پتے کی بات ہے جو میں تجھے بتلا رہا ہوں

ان راہوں کو مسدود نہ کر دل کا دروازہ کھول پیا
ہونٹوں پہ نہ چپ کی مہر لگا تو منہ سے کچھ تو بول پیا

تری سانسوں کی خوشبوہوں میں ترے اندر سے ہی ملوں گا تجھے
تو اپنے آپ میں ڈھونڈ مجھے تو اپنا آپ ٹٹول پیا

کچھ کرنے سے پہلے سوچ ذرا کون اپنے گھر کو جلاتا ہے
جن آنکھوں میں تو رہتا ہے انھیں مٹی میں مت رول پیا

میں عشق ہوں پیار محبت ہوں مجھے منڈی میں نیلام نہ کر
مرے جذبوں کی بولی نہ لگا مجھے تکڑی میں مت تول پیا

مرے سر میں خاک نہ ڈال ایسے تو کھینچ نہ میری کھال ایسے
مرا جیون تری امانت ہے تو اس میں زہر نہ گھول پیا

یہ وقت نہیں چپ رہنے کا، ہونٹوں کے پھول کھلا بھی دے
کوئی اِدھر اُدھر کی بات سنا، یوں کانوں میں رس گھول پیا

❀

مسندِ دل پہ تری یاد بٹھا رکھی تھی
ایک خواہش تھی جو سینے میں دبا رکھی تھی

کس نے اے دوست بٹھا رکھا تھا آنکھوں پہ تجھے
روشنی کس نے یہ پلکوں پہ سجا رکھی تھی

کٹ کے مر جانے کا انداز بھی سمجھایا تھا
بچ کے آنے کی بھی تدبیر بتا رکھی تھی

اس لیے تجھ کو مری آنکھیں لگیں تھیں مانوس
میں نے ان میں تری تصویر بنا رکھی تھی

دم گھٹا جاتا تھا بارُود کی دُنیا میں مرا
اور بقول اس کے یہاں تازہ ہوا رکھی تھی

بارِ غم سر پہ اُٹھائے ہوئے پھرتا تھا سرُوشؔ
آنکھوں میں اشکوں کی سوغات اُٹھا رکھی تھی

آنکھ بکھری تھی کہیں اور کہیں چہرہ بکھرا
جو بھی کچھ مجھ کو وراثت میں مِلا تھا بکھرا

ہار مانی ہی نہیں میں نے حریفوں سے کبھی
جو بھی طوفان مرے سامنے آیا بکھرا

صبح کا بھولا ہوا شام کو آ جائے گا
ہم یہی سوچ رہے تھے کہ اندھیرا بکھرا

جیسے گلدان میں اِک سُوکھا ہوا پھول کوئی
وہ مرا دوست، وہ اِک شخص وہ بکھرا بکھرا

بانجھ آنکھیں تھیں مری اشک بھلا کیا اُگتے
ہونٹ پتھر تھے نہ جن سے کوئی جملہ بکھرا

اِک وہی مونسِ تنہائی تھا اپنا تو سروشؔ
رات بارش میں جو مٹی کا گھروندا بکھرا

احساس

کاش! مجھ سے بھی کوئی پیار کی باتیں کرتا
کاش! ہوتا کوئی اپنا مجھے کہنے والا

میں اگر درد کی شدت سے کبھی رو پڑتا
مجھے سینے سے لگا کر وہ دلاسا دیتا

شام کے وقت وہ چائے پہ بُلاتا مجھ کو
اس طرح خود بھی مرے پاس وہ آتا جاتا

باتوں باتوں میں لطیفے بھی سناتا وہ مجھے
ان بہانوں مجھے خوش رکھنے کی کوشش کرتا

کبھی وہ کہتا کہ اس رنگ کے کپڑے پہنو
کبھی ہاتھوں سے مرے بال سنوارا کرتا

کچھ دکھائی ہی نہ دیتا مجھے پھر اس کے سوا
پاؤں ٹکتے نہ زمیں پر وہ اگر گھر آتا

کسی شے کی بھی کمی ہوتی نہ محسوس مجھے
اپنی قسمت پہ مجھے رشک بھی آیا کرتا

وہ جدا ہوتا تو بڑھ جاتی پریشانی مری
یاد کر کے اُسے ہر لمحہ تڑپتا رہتا

جسم کا حصہ کوئی جیسے جدا ہو جائے
اپنا آپ اس کی جدائی میں ادھورا لگتا

شہر سے دُور کسی وقت اگر جاتا وہ
اس کے آنے کی خدا سے میں دُعائیں کرتا

اس کے رستے کی طرف آنکھیں لگی رہتیں مری
ذرا آہٹ جو کہیں ہوتی تو میں چونک اُٹھتا

پھر مری آنکھوں کی بینائی نہ باقی رہتی
وہ نہ ہوتا تو مجھے کچھ نہ دکھائی دیتا

بھوک اُڑ جاتی مری اس کے نہ ہونے سے سروشؔ
وہ نہ ہوتا تو مجھے ہوش نہ رہتا اپنا

دانش وری کے شوق میں ہم کاروباری لوگ
سب کام کاج چھوڑ کے بیکار ہو گئے

ہم شاعری میں رہ کے بھی فن سے الگ رہے
وہ افسری کی آڑ میں فنکار ہو گئے

ایک خوشبو مری سانسوں میں جو لہرائی ہے
اُس کے ہونٹوں سے سفر کرتی ہوئی آئی ہے

اُس کے ہونٹوں کو گلابوں سے مِلا کر دیکھو
وہی رنگت ، وہی خوشبو ، وہی رعنائی ہے

زخم خوردہ ہی سہی پھر بھی لڑوں گا اُس سے
میرے ہاتھوں میں ابھی اتنی توانائی ہے

کون سرگوشیاں کرتا ہے مرے کانوں میں
کس نے افواہ ترے آنے کی پھیلائی ہے

رات کے پچھلے پہر خواب کی مانند سروش
وہ اچانک مری آنکھوں میں اُتر آئی ہے

❀

ہوا میں پھول کھلے تیرے مسکرانے سے
مہک اُٹھی تھی فضا تیرے لوٹ آنے سے

پھر اُس کے بعد نہ آنکھیں تھیں اور نہ بینائی
کسی نے جھانک کے دیکھا تھا یوں دریچے سے

میں جا رہا تھا ترے شہر تیرے گھر سے دُور
ترے خیال مگر کھینچ لائے رستے سے

کبھی کبھار تو مجھ کو ترا خیال اے دوست
پکارتا تھا کہیں رات کے جزیرے سے

ترے لبوں کی بدولت تھی پھول کی رنگت
فضا مہک سی اُٹھی تھی ترے پسینے سے

تمہاری یاد جو آئی تو رو پڑی آنکھیں
بہت اُداس ہوا تھا میں پھول کھلنے سے

سروشؔ وہ ترا سرمایۂ حیات ہوئے
جو زخم تجھ کو ملے تھے کسی کے رستے سے

❀

پھول ہوں چاند ستارے ہوں کہ آنکھیں میری
میں نے سب کچھ ترے رستے میں بچھا رکھا ہے

تیرے آنے سے مہک اُٹھتا ہے آنگن میرا
جیسے صندل کا کوئی پیڑ لگا رکھا ہے

اپنی سانسوں میں چھپا رکھی ہے خوشبو تیری
اور سینے میں تجھے دل کی جگہ رکھا ہے

❀

سروشؔ! ماں کی دُعاؤں کا سائباں کب تک
رہے گا سر پہ سلامت یہ آسماں کب تک

سروشؔ چھوڑو یہ عادت فضول خرچی کی
بنے رہو گے گر نہ یہ شہ جہاں کب تک

کوئی تو درد کا درماں کرو شکیل سروشؔ
جیو گے قوّتِ برداشت پر میاں کب تک

میں جو ترے گھر اس دن پہلی بار آیا تھا
لینا دینا کیا تھا جیون ہار آیا تھا

بھول آیا تھا ہاتھ بھی تیرے دروازے پر
آنکھیں بھی تیرے چہرے پر وار آیا تھا

سانس کہاں بھول آیا تھا کچھ یاد نہیں ہے
اتنا یاد ہے تجھ پر بے حد پیار آیا تھا

تم بھی اس دن کیا آئے تھے دروازے پر
ہوا کا جھونکا ساتھ لیے مہکار آیا تھا

کوٹھی ، کار ، زمینیں ، دُنیا اور دولت
تیری خاطر سب کو ٹھوکر مار آیا تھا

❀

خوشبو سے کبھی پھول جدا ہو نہیں سکتا
میں یوں تری مُٹھی سے رہا ہو نہیں سکتا

چاہو تو بدل سکتی ہے یہ صورتِ احوال
''ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا''

فنکار کوئی بھی ہو ، مصوّر ہو کہ شاعر
انساں کسی صورت بھی خدا ہو نہیں سکتا

❀

میں کہ اِک پھول سرِ شاخِ تمنّا تھا مگر
تو نے چپکے سے اُڑائی مری خوشبو مجھ سے

کیا خبر تھی کہ بکھر جاؤں گا میں رستے میں
کیا خبر تھی کہ بچھڑ جائے گا یوں تُو مجھ سے

چھین کر پھینک دیئے کس نے حقارت سے سروشؔ
میری آنکھیں، مرے دیپک، مرے جگنو مجھ سے

لگ گئی ہے آگ دل کو جسم کے دالان میں
خشک لکڑی جس طرح جلتی ہو آتش دان میں

اِک کمی ہر چیز کی تکمیل میں رکھی گئی
ہے ادھورے پن کا دُکھ دُنیا کے ہر انسان میں

انتظارِ یار میں حالت ہے میری اِس طرح
پیلی پڑ جاتی ہے رنگت جس طرح یرقان میں

کتنی راتیں جاگ کر کاٹی ہیں اس کے ہجر میں
کتنے دُکھ شامِل کیے ہیں میں نے اِس دیوان میں

یوں ہوئے برباد ہم اس کی محبت میں سروشؔ
سرخ خلیے خون کے جیسے جلیں سرطان میں

یا پہن لے مجھ کو یا پھر خود کو پہنائے مجھے
کوئی خوشبو کی طرح آ کر لپٹ جائے مجھے

جب کبھی دیکھوں میں آئینے میں اپنے آپ کو
اپنے چہرے کی بجائے تو نظر آئے مجھے

میں جو تجھ کو ڈھونڈنے نکلا تو خود ہی کھو گیا
کوئی اب جا کے کہیں سے ڈھونڈ کر لائے مجھے

میں نے دل کی بات کہہ دی ہے سروشؔ اس شخص سے
اب یہ اُس کی مرضی اپنائے کہ ٹھکرائے مجھے

دوبارہ لوٹ کر وہ عکس پانی پر نہیں آیا
جو منظر آنکھ کے اندر تھا وہ باہر نہیں آیا

تجوری ذہن کی محفوظ ہے آوارہ سوچوں سے
بدی کا سانپ نیکی کے خزانے پر نہیں آیا

سروشؔ اِک روز چلتے چلتے ایسے راستہ بھٹکے
سفر میں کٹ گئی یہ عمر لیکن گھر نہیں آیا

کوئی تو پھول سے خوشبو کو چراتا ہو گا
کوئی تو چومتا ہو گا ترے رُخساروں کو

کون ہے تجھ سے یہ لپٹا ہوا خوشبو کی طرح
کس نے مہکایا ہوا ہے ترے گلزاروں کو

کس نے کاٹی ہیں تری بانہوں کی شاخیں جاناں
کس نے کاٹا ہے ترے مہکے ہوئے ہاروں کو

میری غزلیں، میری نظمیں ہیں سبھی تیرے لیے
یہی اِک وجہِ سکوں ہے ترے بیماروں کو

❀

تمہارے چہرے کی معصومیت کا کیا کہنا
کسی بھی پھول کے چہرے پہ یہ نکھار نہیں

کسی کسی کو ہی ملتی ہے حسن کی دولت
ہر ایک شخص کی قسمت میں یہ بہار نہیں

خدا نے سُرخی بھری ہے جو تیرے ہونٹوں میں
کسی گلاب کی قسمت میں میرے یار نہیں

سروشؔ جتنا تقدس ہے اُس کے چہرے پر
ہر ایک شخص کی قسمت میں یہ وقار نہیں

مری عزت بڑھا دے یا مجھے پامال کر دے
ترا اب جیسے جی چاہے وہ میرا حال کر دے

جو مجھ کو عمر بھر کے واسطے بے چین رکھے
مجھے اس درد کی دولت سے مالامال کر دے

محبت میں ذرا سا ذائقہ نفرت کا بھر لے
مجھے یہ شہد بھی تو زہر دُکھ کا ڈال کر دے

مرے چاروں طرف لشکر کھڑے ہیں دُشمنوں کے
تو بس اپنی محبت کی نظر کو ڈھال کر دے

مری آنکھوں کو اشکوں کی بجائے وہ لہو دے
جو اس دریا کے گہرے پانیوں کو لال کر دے

بس اِک تیری محبت ہے مرا سارا اثاثہ
مرا سارا اثاثہ چھین کر کنگال کر دے

یاد جب بھولی ہوئی کوئی کہانی آ جائے
دفعتاً آنکھ کے دریا میں روانی آ جائے

اس طرح روئیں تری یاد میں آنکھیں شب بھر
جس طرح گاؤں میں سیلاب کا پانی آ جائے

جس کے ہونے سے شب و روز مرے روشن تھے
میری دُنیا میں وہی یوسفِ ثانی آ جائے

کونپلیں پھوٹ پڑیں اُجڑی ہوئی ٹہنی پر
لوٹ کر جیسے بڑھاپے میں جوانی آجائے

ذہن اُلجھ جاتا ہے اِک شخص کی یادوں میں سروشؔ
سامنے جب بھی کوئی اس کی نشانی آ جائے

❀

آنکھ کی ٹہنیوں پہ صورتِ اشک
تیرے دُکھوں کے پھول کھلتے ہیں

میری تنہائیوں کے جنگل میں
تیری یادوں کے سانپ پلتے ہیں

عشق والوں کی نفسیات نہ پوچھ
بڑے آتش مزاج ہوتے ہیں

عمر بھر کون روئے اب اُس کو
ملنے والے بچھڑ بھی جاتے ہیں

تم سروشؔ اپنا دل نہ چھوٹا کرو
زیست میں حادثے تو ہوتے ہیں

لہو نچوڑ لیا تھا بچا کھچا میرا
تمہارے بعد تو کچھ بھی نہیں رہا میرا

نہیں تھی پاس مرے اپنی کوئی بھی پہچان
کہ میرے کاندھوں پر چہرا نہیں رہا میرا

ہوا بکھیرتی رہتی تھی دھیان کے منظر
لکیریں کاٹتی رہتی تھیں راستہ میرا

میں اپنی آنکھوں میں جس کو چھپائے پھرتا تھا
وہ مجھ میں رہتے ہوئے بھی نہ ہو سکا میرا

زمیں پہ بکھرے ستاروں کو چُنتا رہتا تھا
یوں آسماں سے رہتا تھا رابطہ میرا

یہ کیسی برق گری تیرے آسمانوں سے
دُعا کو اُٹھتا ہوا ہاتھ جل گیا میرا

میں لڑ رہا تھا بدی کے خلاف جنگ سروشؔ
اگرچہ سارا بدن زخم زخم تھا میرا

اے مرے دیس مری جاں مری دھڑکن کی طرح
تو نے مٹی سے بنایا مجھے کندن کی طرح

تیری مٹی کو سلام اے مرے چیچہ وطنی
تو مجھے یاد رہے گا مرے بچپن کی طرح

وہ میاں چنوں کا اِک شخص نہیں بھولے گا
جس نے پہنا تھا مجھے ہاتھ کے کنگن کی طرح

وہ مرے چاند سے بیٹے وہ نعیمؔ اور وسیمؔ
مرے مولا نے دِیئے ہیں مجھے جیون کی طرح

میرے اُستاد میرے پیر ہیں بیدلؔ صاحب
ان کی عظمت ہے مجھے غالبؔ و مومن کی طرح

اجمل و عابد و رزّاق وہ عزت وہ قدیر
سب مرے دل میں رہا کرتے تھے دھڑکن کی طرح

ہاں مِرا رابطہ کچھ ایسے بھی لوگوں سے ہوا
دوست کے رُوپ میں جو لوگ تھے دُشمن کی طرح

دیس سے دُور سدا یونہی سلگنا ہے سروشؔ
ہمیں پردیس کی تنہائی میں ایندھن کی طرح

نام اُس کا جب لکھنے لگا تھا
ہاتھ مرا کیوں کانپ اُٹھا تھا

میں سورج کی اُنگلی پکڑے
کل اس کے گھر تک پہنچا تھا

دیکھ کے اُس کا چاند سا چہرہ
جھیل کا پانی دھڑک رہا تھا

(ق)

بے چینی کچھ اور بڑھی تھی
ریل آنے کا وقت ہوا تھا

وہ مرے ذہن کے اسٹیشن پر
سوچ کی چلتن سے اُترا تھا

میرے ساتھ کلفٹن جا کر
اُس نے بھی جھولا جھولا تھا

کل بھی سروشؔ اُس نے ہاتھوں سے
اپنا چہرہ ڈھانپ لیا تھا

قرض سانسوں کا اُتر جانا ہے
زندگی! تجھ کو گزر جانا ہے

اوڑھ کر تن پہ لہو کی شالیں
ہم کو طوفاں میں اُتر جانا ہے

زر کی عینک سے نہ دیکھو ورنہ
سارے رِشتوں کو بکھر جانا ہے

مشعلیں بجھ بھی چکیں آنکھوں کی
رات کا وقت ہے گھر جانا ہے

ایک دن رنگ بدلنا ہے ہمیں
ایک دن ہم کو بھی مر جانا ہے

اِن سلگتی ہوئی آنکھوں کو سروشؔ
اِک نہ اِک روز بِکھر جانا ہے

کچھ بھی دائم نہیں ہے دُنیا میں
چیز کوئی سدا نہیں ہوتی

زندگی سے نہ اتنا پیار کرو
زندگی باوفا نہیں ہوتی

(ق)

جیسے مہکے ہوئے گلابوں سے
ان کی خوشبو جدا نہیں ہوتی

یوں محبت ہے تیرے ساتھ مجھے
اور محبت فنا نہیں ہوتی

جو پھول اُمید کے مہکے تھے کملانے لگے ہیں
تمہارے ہجر میں گلشن بھی ویرانے لگے ہیں

کسی کی آنکھ سے بہتے ہوئے اشکوں کی صورت
ہم اپنے آپ کو مٹی میں دفنانے لگے ہیں

یہ کیسا بانجھ موسم ہے سروشؔ اب کے برس تو
گلابوں کی جگہ شاخوں پہ ویرانے لگے ہیں

❀

خاک کی صورت بکھر جاؤں گا میں
بس یونہی اِک روز مر جاؤں گا میں

اپنے کاندھے پر اُٹھا کر اپنی لاش
موت کی دہلیز پر جاؤں گا میں

زنگ آلودہ تعلق توڑ کر
موت کی سیڑھی اُتر جاؤں گا میں

یوں نظرانداز کر دوں گا اُسے
اجنبی بن کر گزر جاؤں گا میں

خود تو مر جاؤں گا لیکن اِس طرح
صبح کا آغاز کر جاؤں گا میں

خوشبوئیں پہنے ہوئے اِک دن سروشؔ
اُس کی سانسوں میں اُتر جاؤں گا میں

مسکرا کر جان دے دوں گا سروشؔ
موت کو رنگین کر جاؤں گا میں

کھو گیا جو اُس کو پانے کی تمنّا چھوڑ دے
تو بھی اب اپنی طرح اُس کو اکیلا چھوڑ دے

اس طرح یادوں کی دولت دے گیا ہے ایک شخص
جس طرح کمرے میں کوئی دیپ جلتا چھوڑ دے

یہ اچانک زیست میں ٹھہراؤ کیسا آ گیا
جس طرح کوئی کہانی کو ادھورا چھوڑ دے

گر نہیں ممکن حصول اس کا تو مت کر جستجو
اپنے دل سے اُس کو پانے کا اِرادہ چھوڑ دے

اُس کے دل میں منتقل کر دے بچھڑنے کا ملال
گیلی لکڑی کی طرح اُس کو سلگتا چھوڑ دے

وہ دوبارہ تجھ کو ملتے وقت شرمندہ نہ ہو
آبرومندانہ سا کوئی طریقہ چھوڑ دے

ٹُول کِٹ کے بدلے ہاتھوں میں اُٹھایا ہے قلم
ہم مکینک لوگ تھے کس راستے پر چل پڑے

جب کبھی جانا پڑا تنہائیوں کے شہر میں
ہم تری یادوں کو اپنے ساتھ لے کر چل پڑے

ہونٹ رُخسار وہ مخمور نگاہیں تیری
سنگِ مرمر سے تراشی ہوئی بانہیں تیری

تجھ کو ہاتھوں پہ اُٹھائے ہوئے پھرتی ہے ہَوا
تیری آمد کا پتہ دیتی ہیں راہیں تیری

ترا دامن بھی اشکوں سے بگھونا چاہیے تھا
مجھے تیرے گلے لگ کر یوں رونا چاہیے تھا

تجھے بھی چاہیے تھا یونہی مجھ کو خوار کرنا
مجھے بھی اِس طرح ہی خوار ہونا چاہیے تھا

نہ جانے کس طرح زندہ ہوں ورنہ تیرے دُکھ میں
مجھے اے دوست اب تک خاک ہونا چاہیے تھا

مجھے بھی تھی ضرورت ٹوٹنے کے واسطے تیری
تجھے بھی میرے جیسا ہی کھلونا چاہیے تھا

ندّی کے کنارے پہ میں بیٹھا ہوا کب سے
بہتے ہوئے پانی کی طرف دیکھ رہا ہوں

معلوم نہیں کس کی نظر لگ گئی اُس کو
یوں اپنی جوانی کی طرف دیکھ رہا ہوں

جب سروشؔ اس دل کے آنگن میں وہ چل کر آئے گا
عام سا اِک روز ، روزِ عید سا ہو جائے گا

ساتھ لے کر کیسے نکلے گا برہنہ سوچ کو
کون سا ملبوس ہے تو کیا اسے پہنائے گا

اس قدر حساس مت بن ، دل کو پتھرا لے ذرا
ورنہ اس ماحول میں گُھٹ گُھٹ کے تُو مر جائے گا

چھوڑ دے ہر خوب صورت پر کمندیں ڈالنا
اس قدر دل پھینک مت بن ورنہ تُو پچھتائے گا

چھوٹی چھوٹی خواہشوں پر مت انا قربان کر
ورنہ اِک دن اپنی ہی نظروں سے خود گر جائے گا

ایک دن جھک جائے گی اکڑی ہوئی گردن تری
ایک دن تیرا تکبر خاک میں مِل جائے گا

جب نہیں تاثیر تیرے عشق میں اخلاص کی
کون پھر کچے گھڑے پر تجھ سے ملنے آئے گا

ٹوٹ کر گر جائے گا شہتیر کی مانند تُو
غم تجھے اندر سے ایسے کھوکھلا کر جائے گا

زخم ہوں یا وہ لالہ زار کے پھول
اچھے لگتے ہیں انتظار کے پھول

دل کی تنہائیوں میں بکھرے ہوئے
درحقیقت ہیں تیرے پیار کے پھول

بہہ گئے سارے اشک آنکھوں سے
ٹوٹ کر گر پڑے بہار کے پھول

آس کی ٹہنیوں پہ کھلتے ہیں
آج بھی انتظارِ یار کے پھول

وہ نہ آیا بہار کی مانند
تھک گئے ہیں اُسے پکار کے پھول

اُس کی یادوں کی ٹہنیوں سے میں
روز چُنتا ہوں انتظار کے پھول

اس کو دیکھا تو یاد آئے مجھے
کسی اُجڑے ہوئے دیار کے پھول

اُجڑی اُجڑی اُداس آنکھیں سروشؔ
جس طرح ہوں کئی بہار کے پھول

❀

یا مرے رِستے ہوئے زخموں کو اچھا کر دے
یا پھر ان زخموں کو پہلے سے زیادہ کر دے

رُوح کا بوجھ اُٹھانا نہیں ممکن اب تو
اے خدا اب مجھے کاغذ سے بھی ہلکا کر دے

اس سے رکھنا ہے اگر دُور تو پھر میرے خدا
اس سے بہتر ہے مجھے آنکھوں سے اندھا کر دے

میں اگر آب ہوں تو آگ کی مانند ہے وہ
تجھ سے ممکن ہے تو ان دونوں کو یکجا کر دے

اس کی راہوں میں بکھر جاؤں گلابوں کی طرح
اے خدا تو مرے اس خواب کو سچا کر دے

موم بن کر نہ پگھل جاؤں کہیں رستے میں
اپنے سورج کا تو سر پر مرے سایا کر دے

تجھ سے کب میں نے یہ زخموں کی قبا مانگی تھی
میں نے کب تجھ سے کہا تھا مجھے ایسا کر دے

میرا غم خوار ہے مونس ہے مرا دوست ہے تُو
مجھ کو دُنیا کی نگاہوں میں تُو رُسوا کر دے

تیرا زخم مجھے لگتا ہے پھولوں کی طرح
انھی پھولوں سے مزین مرا چہرا کر دے

جہاں تک جاتے ہوئے سانس بکھر جائے مری
اس قدر دُور نگاہوں سے کنارا کر دے

چھوڑ دے مجھ کو مرے حال پہ اے جانِ سروشؔ
اس زمانے میں تو پھر سے مجھے تنہا کر دے

میں دل کے آسماں پر ابر کی مانند ٹھہرا تھا
ترے دُکھوں کی آندھی آئی ہے تو چھٹ گیا ہوں

تمہارے دُکھ کی چیلیں نوچ نوچ اب کھائیں گی مجھ کو
میں بازو ہوں مگر اپنے بدن سے کٹ گیا ہوں

سروشؔ اب میری ہی نظریں نہیں پہچانتی مجھ کو
میں دُکھ کے راستوں کی دھول سے یوں اٹ گیا ہوں

متفرق اشعار

اس کی بانہوں میں یہ نیلی، سرخ، پیلی چوڑیاں
ایک ٹہنی پر ہوں جیسے مختلف رنگوں کے پھول

کانوں میں اب بھی ہے تری آواز کا طلسم
آنکھوں کے سامنے تری صورت ہے آج بھی

رہ گئی چشمِ عنایت تری گالی ہو کر
کیا مِلا مجھ کو ترے در پہ سوالی ہو کر

کچے دھاگے توڑنا عادت تری
اور مری قسمت ہمیشہ ٹوٹنا

میری خواہش بھی ہے تُو میری تمنّا بھی تُو
میں نے مانگا ہے خدا سے تجھے جیون کی طرح

کوئی بنتا ہے کب کسی کا سروشؔ
ہر کسی کو نہ اپنا سمجھا کر

اِک زہر تند و تیز کی صورت تھے تیرے ہونٹ
اور ہم نے ان کو چوم کے امرت بنا دیا

ایسی ہی وہ اِک شام تھی ایسا ہی سماں تھا
جس وقت کہ بانہوں میں مری سارا جہاں تھا

سروش اِک شخص کے ملبوس کی وہ نیلگوں رنگت
کہ جیسے آسماں پہنے ہوئے پھرتا ہو کوئی

دیکھا تھا غور سے کوئی چہرہ گلاب سا
پھر اُس کے بعد آنکھ کی لالی نہیں گئی

ترے لبوں سی تھی رنگت بھی اور خوشبو بھی
اسی لیے مجھے اچھے لگے گلاب کے پھول

زندگی کے مسئلوں میں اِس قدر اُلجھے کہ اب
یاد کر لیں تجھ کو اِتنا وقت بھی ملتا نہیں

میں تجھے بھول چکا تھا کہ اچانک کل رات
عید کا چاند تری یاد دلانے آیا

یہ کس یاد میں آنکھیں بگھوتا ہوں میں صبح وشام
نہ جانے کیوں میں یہ شمعیں بجھانے پر تلا ہوں

اس عشق سے لوگوں نے بڑا نام کمایا
جس عشق نے بے نام ونشاں ہم کو کیا ہے

ایک دن غور سے دیکھا تھا ترے چہرے کو
آج تک ڈھونڈتا پھرتا ہوں میں آنکھیں اپنی

تو نے میری زندگی کو پارہ پارہ کر دیا
چھین کر اپنا سہارا بے سہارا کر دیا

یہ مرے الفاظ تھے بینائی میری اور سروشؔ
اپنی آنکھیں بھیج دی ہیں ڈال کر خط میں اُسے

سروشؔ شمع کی صورت وہ کون تھا جس کو
ہوا اُٹھائے ہوئے پھر رہی تھی ہاتھوں پر

خوشبوئیں پہنے ہوئے جب تو چلے گا
زمانے کی نگاہوں پر ترا جادو چلے گا

زیست دُشوار کٹھن رہ کی مسافت ہے سروشؔ
وہ نہیں ساتھ تو محسوس ہوا ہے مجھ کو

اس کو دیکھا جو پسینے میں نہائے تو لگا
صبح دم سرخ گلابوں پہ ہو شبنم جیسے

اپنی پلکوں سے اُسے چومنا چاہوں میں سروشؔ
ماں کے قدموں تلے مٹی بھی ہے پھولوں جیسی

رکھے ہوئے ہوں جیسے اُجالے لباس میں
اِک چودھویں کا چاند ہے کالے لباس میں

مٹ گئیں کیسے ہتھیلی کی لکیریں میری
یہ بتا رُوٹھی ہے مجھ سے مری قسمت کیسے

بسر جیسی بھی تھی اچھی بُری کر لی ہے میں نے
سرو شؔ اس خاک سے اب دوستی کرلی ہے میں نے